RNI No:TELBIL/2018/77301

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (القرآن)

میرا مقصد اپنی استطاعت کی حد تک اصلاح کے سوا کچھ نہیں۔ (ھود:88)

علماءِ کریم نگر کا دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ترجمان

ماہنامہ

الاصلاح

کریم نگر

جولائی 2024ء

مُدیر:

مولانا محمد عمر فاروق صاحب قاسمی

مُدیرِ تحریر:

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

شائع کردہ: ایمان فاؤنڈیشن کریم نگر

E-mail:support@emaanfoundation.in,Website:www.foundation.eemaan.in

فہرست مضامین

اداریہ	راتوں کو فضول جاگنے سے بچیں!	مفتی محمد صادق حسین قاسمی	۱
درس قرآن	جو لوگ اللہ کے راستے میں۔۔	مفتی محمد یونس القاسمی	۱۵
درس حدیث	چار اعمال کا اہتمام کیجئے	مولانا محمد عمر فاروق قاسمی	۱۹
فکر و دانش	شہید اور شہادت، فضیلت	مفتی محمد نوید سیف حسامی	۲۲
گوشہ محرم	اسلامی سال نو کا پیغام	مفتی محمد شاداب تقی قاسمی	۲۷
اصلاح معاشرہ	قتل کے واقعات اسباب و علاج	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۳۳
پیغام و نصیحت	علم دین کی حقیقی طلب	مفتی محمد عبد الحمید قاسمی	۵۸

مضامین کی اشاعت کے لئے درج ذیل نمبرات پر رابطہ فرمائیں:

9704707491,9966870275

ادار یہ

مسلمان دن رات کے نظام کی قدر کریں
اور فضول راتوں کو جاگنے سے بچیں!

از: مفتی محمد صادق حسین قاسمی*

اللہ تعالی نے اس کائنات کو پیدا فرمایا،اور انسانوں کو اشرف المخلوقات بنا کر دنیا کی چیزوں کو انسانوں کے تابع کیا اور انسانوں کی ضرورتوں کے لئے مسخر فرمایا۔چاند سورج،جھاڑ پہاڑ،سمندر دریا اور بے شمار چیزیں ہیں جو انسانوں کی آرام رسانی اور خدمت پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے دن اور رات کا نظام ہے۔دن کو اللہ تعالی نے انسانوں کے لئے حصول معاش کا ذریعہ بنایا،سورج کی روشنی میں وہ بھاگ دوڑ کرسکتا ہے اور ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے میں تگ ودو کرسکتا ہے،دن کا اجالا اس کے کاموں میں مددگار رہوتا

*مدیر تحریر ماہ نامہ الاصلاح کریم نگر

ہے۔دن بھر کے کام کاج اور مصروفیات سے راحت حاصل کرنے، تھکے ہوئے جسم کو آرام پہنچانے اور دوسرے دن تازہ دم ہوکر تلاشِ معاش وضروریاتِ حیات میں سرگرداں ہونے کے لئے رات کا نظام ہے،جس میں انسان کے لئے اللہ تعالی نے سکون وراحت رکھی ہے،اور نیند کے ذریعہ ساری تھکاوٹوں کو دور کرنے کا عجیب وغریب نظام رکھا ہے۔قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالی نے اپنی ان نعمتوں کا تذکرہ بھی کیا اور دن رات کے نظام کے مقصد کو بھی بیان کیا ہے۔

چناں چہ ارشاد ہے :وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا۔(الفرقان:۴۷)اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا،اور نیند کو سراپا سکون ،اور دن کو دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے کا ذریعہ بنادیا۔ایک مقام پر فرمایا: وَمِن رَّحْمَتِهِۦ جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔(القصص:۷۳)یہ تو اسی نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات بھی بنائی ہے اور دن بھی،تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرو،اور اس میں اللہ کا فضل تلاش کرو،اور تاکہ شکر ادا کرو۔حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:’’یہ اللہ تعالی کے اس عظیم انعام کا تذکرہ ہے کہ اُس نے رات کے وقت کو سکون حاصل کرنے کا ذریعہ بنادیا،اندھیری طاری کرکے سب کو مجبور کردیا کہ

وہ اُس وقت آرام کریں ، ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ سب لوگ کسی ایک وقت پر متفق ہوکر اُسے آرام کا وقت قرار دے دیتے ، اور نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک شخص آرام کرنا چاہتا ہے تو دوسرا اُس وقت کوئی کام کرنا چاہتا ہے، اور اُس کے کام میں مشغول ہونے سے پہلے شخص کے آرام میں خلل واقع ہوتا۔اسی طرح دن کے وقت کو اللہ تعالی نے اپنا فضل تلاش کرنے یعنی روزی روزگار کمانے کا وقت بنادیا، تاکہ اُس وقت سب کام میں لگیں۔اگر تمام وقت دن رہتا تو سکون حاصل کرنا مشکل ہوتا، اور اگر تمام وقت رات رہتی تو سارے کام ناممکن ہوجاتے۔(توضیح القرآن: ۲/ ۱۱۹۲)

سورۃ الغافر میں فرمایا: اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۔(المؤمن: ٦١) اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی، تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرو، اور دن کو دیکھنے والا بنایا۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔سورۃ النبا میں فرمایا: وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ٩ وَجَعَلْنَا ٱلَّيْلَ لِبَاسًا ١٠ وَجَعَلْنَا ٱلنَّهَارَ مَعَاشًا ١١ ۔(سورۃ النبا: ۹۔۱۱) اور تمہاری نیند کو تھکن دور کرنے کا ذریعہ ہم نے بنایا۔اور رات کو پردے کا سبب ہم نے بنایا۔اور دن کو روزی حاصل کرنے کا وقت ہم نے قرار دیا۔حضرت مفتی شفیع

صاحبؒ آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ''غور کیجے تو یہ (نیند) ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ انسان کی ساری راحتوں کا مدار یہی ہے اور اس نعمت کو حق تعالی نے پوری مخلوق کے لئے عام ایسا فرما دیا ہے کہ امیر، غریب، عالم، جاہل، بادشاہ اور مزدور سب کو یہ دولت یکساں عطا ہوتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات دنیا کے حالات کا تجزیہ کریں تو غریبوں اور محنت کشوں کو یہ نعمت جیسی حاصل ہوتی ہے وہ مالداروں اور دنیا کے بڑے لوگوں کو نصیب نہیں ہوتی ۔اُن کے پاس سامان ،راحت کا مکان، ہوا، اور سردی گرمی کے اعتدال کی جگہ، نرم گدے سب کچھ ہوتے ہیں ، جو غریبوں کو بہت کم ملتے ہیں مگر نیند کی نعمت ان گدوں، تکیوں یا کوٹھی بنگلوں کی فضا کے تابع نہیں ، وہ تو حق تعالی کی ایک نعمت ہے جو براہ راست اُس کی طرف سے ملتی ہے۔(معارف القرآن: ۸/ ۶۵۳)

قرآن کریم میں اور بھی بہت سے مقامات پر دن رات کے نظام کو اور نیند کی نعمت کو بیان کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے راتوں کو بے مقصد جاگنے اور فضول قصہ گوئی میں گزارنے سے منع فرمایا اور عشاء بعد سو جانے کی تعلیم دی۔ چناں چہ مشہور حدیث ہے ،آپ ﷺ نے فرمایا: **كان يكره النوم قبل العشاء والحديث بعدها**۔(ترمذی: باب ما جاء فی کراھیۃ النوم قبل العشاء، السمر بعدھا۔حدیث ۱۶۵) کہ نبی کریم ﷺ عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء بعد قصہ گوئی (بات چیت) کو ناپسند

کرتے تھے۔شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد پالن پوریؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: عشاء سے پہلے سونا نہیں چاہیے، کیوں کہ عشاء سے پہلے سونے والا دوحال سے خالی نہیں ، یاتو وہ نماز کے وقت بیدار ہی نہ ہوگا، پس جماعت جاتی رہے گی اور نماز قضا ہونے کا احتمال بھی رہے گا۔اور اگر جاگ گیا تو کچی نیند سے اٹھے گا، پس ہارے جی نماز پڑھے گا۔۔۔عشاء بعد قصہ گوئی ممنوع ہے۔''السمر'' کے معنی ہیں: رات کو کہی جانے والی کہانیاں۔اور یہ ممانعت اس لئے ہے کہ تہجد گذار بندے تہجد کے لئے اور عام مسلمان فجر کے لئے بیدار ہوسکیں۔کیوں کہ جب قصہ گوئی اور اِدھر اُدھر کی باتیں شروع ہوجاتی ہیں تو وہ دیر تک چلتی رہتی ہیں۔پس لوگ بے وقت سوئیں گے اور تہجد کے لئے اٹھ نہ سکیں گے بلکہ عام مسلمان نمازِ فجر میں بھی نہیں اٹھیں گے۔(تحفۃ الالمعی :۱/ ۴۶۸)

رات چوں کہ آرام اور راحت کے لئے ہے،اس لئے رات کو جلد سو کر صبح جلد اٹھنے کی ترغیب دی گئی ہے،اور اس میں انسان کے لئے خیر و برکت بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کے وقت میں برکت کی دعا مانگی ہے۔چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے:اللَّهُمَّ بَارِكْ لأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا۔(ترمذی: كتاب البيوع ،باب ماجاء فی التبكير بالتجارة،حدیث ۱۱۹۷)

صبح سویرے اٹھ کر کام میں لگنے سے انسان کے جسم میں پھرتی، چستی اور نشاط ہوتا ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب رات کو جلد سونے کا اہتمام کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے جب کوئی سویا ہوتا ہے، تو شیطان اس کی گدّی پر تین گرہیں لگا تا ہے، اور ہر گرہ پر کہتا ہے کہ ابھی رات طویل ہے، تو سو یا رہ، لیکن جب وہ شخص بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، اور جب وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے، اس طرح اس کی صبح پُرنشاط اور خوش گوار ہوتی ہے، اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے ان کے نفس میں خباثت اور جسم میں سستی ہوتی ہے۔ (بخاری: کتاب التهجد، باب عقد الشيطان على قافية الرأس اذا لم يصل، حديث ۱۱۴۲)

سائنسی اعتبار سے جلد سونے اور اٹھنے کی اہمیت:

رات جلد سونے کی تعلیم اور صبح سویرے بیدار ہوجانے کی ہدایت نبیٔ رحمت ﷺ نے اپنے مبارک ارشادات میں دے کر انسانوں کو بہترین زندگی گزارنے کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، آپ ﷺ نے کی ارشادات میں ہی انسانوں کی کامیابی اور ترقی ہے۔ آپ ﷺ کے قیمتی ارشادات کو آج ترقی یافتہ دنیا اپنانے اور اختیار کرنے

پر مجبور ہے،اور وہ اپنی سائنس اور تحقیق کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچ چکے ہے کہ ہر اعتبار سے ترقی ،بھلائی ،کامیابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں ہیں۔ چناں چہ جلد سونے سے متعلق مشہور امریکی طبی ماہر ڈاکٹر لنڈا وین کا کہنا ہے کہ ایک صحت منداور با قاعدہ زندگی گزارنے کے لئے رات اور دن کے معمولات میں توازن اور اعتدال قائم کرنا ضروری ہے،اگر آپ رات اچھی طرح سوئیں تو دن بھر کے کام کاج کرنے میں آسانی رہتی ہے ،رات کے معمولات میں توازن قائم کریں۔رات کو وقت پر سو جائیں اس طرح آپ کو بروقت نیند آئے گی ۔اگر آپ کو رات کے وقت بروقت نیند نہ آئے تو معمول سے ایک گھنٹہ پہلے بستر پر لیٹ جائیں۔(سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں:۱/ ۱۱۸) اسی طرح ماہرین کی تحقیق یہ بھی ہے کہ: جو بچے رات کو دیر تک جاگتے رہتے ہیں وہ دوسرے دن اسکول میں پڑھائی پر پوری طرح توجہ نہیں دے سکتے ۔۔پوری نیند نہ ہونے کے سبب بہت سے بچے جذباتی مسائل میں مبتلا ہو جاتے ہیں اوران کے رویے میں الجھن پیدا ہونے لگتی ہے۔(حوالۂ سابق)

سر گیرالڈو مائیر کہتے ہیں کہ میں یہاں صرف ایک اقتباس ہی پیش کرتا ہوں جس کی رو سے میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک زندگی سدھر سکتی ہے۔انگریزی کا ایک مقولہ ہے۔ "Early to Bed Early to rise, Makes man

"healthy,wealthy and wise) ''رات کو جلدہ سونا اور صبح سویرے جاگنا،صحت ،دانش اور دولت مندی میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔''اگر آپ کورات جو جلدی سوکر صبح سویرے جاگنے کی عادت ڈالیں گےتو آزمائیں گے کہ آپ کوقدرت کی طرف سے کیا کیا تحفے ملتے ہیں۔(سنت نبوی جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں:۱/۲۹)

نوجوانوں کی بےروزگاری کی وجہ:

اس وقت بالخصوص مسلم نوجوانوں کی بے روزگاری کا مسئلہ بڑا عام ہے،نوجوان پریشان ہیں کہ ان کو ملازمت نہیں مل رہی ہے، بے روزگاری کی زندگی گذار رہے ہیں ۔اگر ہم اس کے اسباب تلاش کریں تو ایک بنیادی سبب یہ بھی ملے گا کہ بیشتر نوجوان راتوں کو دیر تک جاگتے ہیں اورصبح دیر گئے تک سوئے رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ خیر وبرکت سے محروم ہیں۔

اسباب کی دنیامیں محنت اورکوشش کے بعدانسان کوآسانی اورراحت نصیب ہوتی ہے،جومحنت سے جی چراکراپنے اوقاتِ زندگی کوفضول مشغولوں میں، بے فائدہ راتوں کو جاگنے میں گزاریں گےتو پھرانہیں کہاں سے ملازمتیں ملیں گی ؟اور کیسے کامیابی وترقی

حاصل ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے صبح سویرے سے کام کا آغاز کرنے کی تعلیم دی ہے ۔حضرت صخرؓ سے روایت ہے کہ:رسول اللہ ﷺ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو دن کے اول حصے میں (فجر کے فوراً بعد) روانہ کرتے ۔اور حدیث کے راوی حضرت صخرؓ غامدی تاجر تھے اور کوفہ میں رہتے تھے،وہ اپنے نوکروں کو صبح ہی مارکیٹ روانہ کردیتے تھے۔ چناں چہ وہ دولت مند ہوگئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا۔حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ فرماتے ہیں: حدیث سے معلوم ہوا کہ دن کا شروع حصہ برکت والا ہے،اس وقت کاروبار کرنا،تجارت کرنا، یا جہاد کے لئے سفر کرنا،مطالعہ کرنا یا کوئی کام کرنا برکت کا باعث ہوتا ہے۔(تحفۃ الالمعی:۴/ ۱۱۲)

حضرت یحییٰ بن کثیرؒ فرماتے ہیں: صبح کا وقت غنیمت اور انعام کی تقسیم کا وقت ہے، یہ بہت بابرکت وقت ہے،اس وقت میں سونا سخت محرومی و نامرادی اور برکات سے محرومی کا سبب ہے، جو چاہے اس وقت جاگ کر غنیمت و انعام و برکات وروزی ورضا کو حاصل کرلے اور جو چاہے اس قیمتی وقت کو فضول سونے میں گزار کر اس بہت بڑی اور مفت ملنے والی خیر سے اپنے آپ کو محروم کرلے۔(صبح کی برکتیں اور نماز فجر کی اہمیت:۲۵)ایک بزرگ کا قول ہے کہ:تعجب ہے اس شخص پر جو صبح کی نماز سورج نکلنے

کے بعد پڑھتا ہے، ایسے شخص کو کیسے روزی ملے گی۔ (وقت کی قدر کیجیے: ۵۰)

دعوتوں میں ضائع ہوتی ہماری راتیں:

مسلم معاشرہ میں دعوتوں کے نام پر رات کا بڑا حصہ ضائع ہوتا ہے، کسی ایک دعوت میں شرکت کے لئے آدھی رات تک جاگنا پڑتا ہے، اس وقت ہماری دعوتیں بھی ہمارے نظامِ زندگی کی ناقدری کا منہ بولتا ثبوت ہوچکی ہیں، بڑی بے دردی کے ساتھ دعوت کے نام پر لوگوں کے رات کے نظام کو درہم برہم کیا جارہا ہے۔ مسجدوں میں نکاح کے باوجود بڑی دیر سے دعوت کا آغاز ہوتا ہے، اور کتنے بدنصیب دولہے ایسے بھی ہیں جس کے بن سنور کے آنے تک بہت سے لوگ چلے بھی جاتے ہیں، اور جہاں نکاح فنکشن ہالوں میں ہوتا ہے وہاں تو بے وقت اور بہت دیر سے نکاح کا عمل انجام پاتا ہے۔ ضیافت کے آداب سے نا آشنا ہوکر لوگوں کو گھنٹوں انتظار کروانا، اور جن کے گھر شادی بیاہ ہو تو وہ پوری رات شادی کی رسموں میں ضائع کردیتے ہیں۔ یہ اُس مسلم معاشرہ کی صورت حال ہے جس کو ہر قدم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مبارک تعلیمات سے نوازا ہے، اور خوشی میں بھی شریعت کی پیاری ہدایات سے فیض یاب فرمایا ہے۔ آج سے تقریباً ۲۵ سال قبل اپنے ملک کی دعوتوں کو صورت حال بیان کرتے ہوئے عالم اسلام

کے ممتاز عالم دین حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے لکھا تھا: کسی ایک تقریب میں شرکت کا مطلب یہ ہے انسان کم ازکم چار پانچ گھنٹے خرچ کرے، بے مقصد انتظار کی کوفت برداشت کرے، رات گئے ٹیکسیوں کا کئی گناہ کرایہ ادا کرے، اور پھر بھی سارے راستے ممکنہ خطرات سے سہارا ہے، رات کو بے وقت سونے کے نتیجے میں صبح کو دیر سے بیدار ہو کر فجر کی نماز غائب کرے، اور یا تو اگلے روز آدھے دن کی چھٹی کرے، یا نیم غنودگی کی حالت مین الٹا سیدھا کام کرے۔۔۔یوں تو وقت ضائع کرنے کے مظاہرے ہم زندگی کے ہر شعبے میں کرتے ہیں، لیکن اس وقت موضوع گفتگو تقریبات اور دعوتیں تھیں جن میں وقت کی پابندی نہ کر کے ہم اپنا بھی اور سینکڑوں مدعوین کا بھی وقت برباد رکرتے ہیں، لوگوں کو دعوت میں بلا کر انہیں غیر محدود مدت تک انتظار کی قید میں رکھنا ان سب کے ساتھ ایسی زیادتی ہے جس کے خلاف ایسے خوشی کے مواقع پر کوئی احتجاج کرنا بھی آسان نہیں ہوتا، کیوں کہ لوگ مروت میں اس زیادتی پر زبان بھی نہیں کھولتے، لیکن جو شخص بھی انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کو بلا وجہ تکلیف پہنچانے کا سبب بنے، کیا وہ گنہ گار نہیں ہوگا؟ (ذکر وفکر: ۲۰۸)

دینی جلسے بھی قابل اصلاح ہیں:

عشاء بعد ضروری دینی باتیں کرنے کی اجازت ہے،لوگوں کو دین کی باتیں بتانے اور اہل علم واللہ والوں سے استفادے لئے جلسوں کا بھی اہتمام ہوتا ہے، جو کہ ایک دینی ضرورت ہے،لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جلسے آدھی رات تک نہ ہو،جس کی وجہ سے دیگر اعمال پر منفی اثر پڑے۔ ہمارے جلسے بھی لوگوں میں صحیح اور حقیقی دینی شعور پیدا کرنے والے ہونے چاہیے۔اس سلسلہ میں ایک چشم کشا اور سبق آموز واقعہ ملک کے عظیم محدث وفقیہ حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم ڈابھیل ، گجرات) نے بیان کیا ہے کہ :ہمارے اکابر میں حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ گزرے ہیں،ان کے متعلق سنا کہ جب کوئی جلسہ رات دیر تک لمبا چلتا تو اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ: جولوگ نماز کے پابند ہیں وہ کسی حال میں نماز نہیں چھوڑتے ،لہذا فجر کی نماز تو اگر چہ جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں،لیکن رات ایک دو بجے تک ہونے والے اس جلسہ کی وجہ سے نیند کم ہوتی ہے،اس کی وجہ سے طبیعت پر اثر پڑتا ہے،جس کی وجہ سے نماز میں جو نشاط وچستی اور توجہ مطلوب ہے وہ حاصل نہیں ہوتی ،او رفجر کی نماز سستی و بے رغبتی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے،ایسا جلسہ درست نہیں ہے۔'' آج کل دینی جلسوں کے معاملہ میں ہم نے یہی غلو اختیار کر رکھا ہے،تو پھر دوسری چیزوں کی تو کہاں اجازت دی جائے گی؟۔(حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۴/ ۳۲۴)

آخری بات:

بہر حال دن رات کے نظام ہی سے زندگی بنتی ہے، اگر اس نظام کو درست کریں گے تو دنیا کی ترقی اور آخرت کی کامیابی انسان کو حاصل ہوگی۔ راتوں کو جاگتا، اور دن میں سونا نوجوانوں کا مزاج بن گیا ہے، فضول اور بے مقصد راتوں میں گھومتے ہوئے، موبائل میں کھیلتے ہوئے وقت گزارنے کی عادت بہت بڑھ چکی ہے، جس کی وجہ سے ظاہری ترقی میں بھی رکاوٹ ہے اور دینی اعمال کی انجام دہی میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے ہر کوئی راتوں کو بے مقصد جاگ کر ضائع کرنے کے بجائے، وقت پر سوئیں اور صبح جلد بیدار ہو کر، نماز ادا کریں اور پھر مصروفیاتِ زندگی میں لگ جائیں۔

درس قرآن

جو اللہ کے راستے میں مارے جائیں!

از: مفتی محمد یونس القاسمی

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (البقرۃ-154)

ترجمہ: ’’اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو۔ دراصل وہ زندہ ہیں، مگر تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں ہوتا۔‘‘

تشریح: شہادت کی موت ایک عظیم سعادت ہے، اور اللہ تعالی نے شہید کو آخرت میں بہت بلند مرتبے سے نوازیں گے۔ آیتِ مذکورہ میں راہِ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ نہ کہنے کی ہدایت دی گئی۔ اس سلسلہ میں عظیم مفسر، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ’’یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اسلامی روایات کی رُو سے ہر مرنے والے کو برزخ

* ناظم مدرسہ عربیہ اشرف العلوم کریم نگر

میں ایک خاص قسم کی حیات ملتی ہے،جس سے وہ قبر کے عذاب یا ثواب کومحسوس کرتا ہے،اس میں مومن وکافر یا صالح وفاسق میں کوئی تفریق نہیں۔لیکن اس حیات برزخی کے مختلف درجات ہیں،ایک درجہ تو سب کو عام اورشامل ہے ،کچھ مخصوص درجے انبیاء وصالحین کے لئے مخصوص ہیں اوران میں بھی باہمی تفاضل ہے۔۔۔ایسے مقتول کو جواللہ کی راہ میں قتل کیا جائے شہید کہتے ہیں اوراس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مرگیا صحیح اورجائز ہے،لیکن اس کی موت دوسرے مُردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے،وجہ اس کی یہ ہے کہ مرنے کے بعد گو برزخی حیات ہرشخص کو حاصل ہے اوراسی حساب سے وسزا کا ادراک ہوتا ہے،لیکن شہید کواس حیات میں اورمُردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اوروہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی یہ حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے،جیسے انگلیوں کے اگلے پوروں اورایڑی اگرچہ دونوں میں حیات ہے اورحیات کے آثار بھی دونوں میں موجود ہیں،لیکن انگلیوں کے پوروں میں حیات کے آثار وغیرہ بہ نسبت ایڑی کے زیادہ ہیں ۔اسی طرح شہدا میں آثار حیات عام مردوں سے بہت زیادہ ہیں ۔‘‘(معارف القرآن:۱/۳۹۷)

قرآن کریم میں ایک اورجگہ تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۔(ال

عمران:۱۶۹)''(اے پیغمبر!) جولوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، اور انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔'' قرآن کریم کی اس آیت نے یہ بتلا ہے کہ شہدا کو اللہ کی طرف سے جنت کا رزق ملتا ہے، اور رزق زندہ آدمی کو ملا کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا سے منتقل ہوتے ہیں شہید کے لئے رزق جنت جاری ہوجاتا ہے، اور ایک خاص قسم کی زندگی اسی وقت سے اس کو مل جاتی ہے جو عام مردوں سے ممتاز حیثیت کی ہے۔ اب رہا کہ وہ امتیاز کیا ہے؟ اور وہ زندگی کیسی ہے؟ اس کی حقیقت سوائے خالق کائنات کے نہ کوئی جان سکتا ہے نہ جاننے کی ضرورت ہے۔''(معارف القرآن:۲/ ۷۲۳)

ان آیتوں میں اللہ تعالی نے شہید کی عظمت کو بیان فرمایا اور شہادت والی زندگی کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے، اللہ کی راہ میں جان کو قربان کرنا اور اپنی متاعِ ہستی کو نچھاور کرنا ایک بہت بڑی خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شہادت کی عظمت اور شہید کے مقام ومرتبے سے متعلق بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔ شہید کو جو انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان فرمایا کہ: شہید کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے ۷ اہم انعامات ہوتے ہیں۔(۱) خون کا پہلا فوارہ نکلتے ہی اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔(۲) جنت میں اس کا ٹھکانا پہلے ہی دکھلا دیا جاتا

ہے۔(۳)اس کو ایمانی جوڑا پہنایا جاتا ہے۔(۴)وہ قیامت کی عظیم ہولناکی سے محفوظ رہے گا۔(۵)اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا،جس کا ایک موتی دنیا و مافیھا سے زیادہ شاندار ہوگا۔(۶)اس کی ۷۲ بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کرائی جائے گی۔(۷)اور اس کے ۷۰ قریبی رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔(رواہ احمد۔بحوالہ: کتاب المسائل:۲/ ۱۰۴)

شہادت کی موت مومن کے لئے اخروی نعمتوں سے مالا مال ہونے اور نجات والا کا ذریعہ ہے،شہادت کی موت غم و ماتم اور رنج والم کی بات نہیں۔مسلم معاشرہ میں صحیح دینی تعلیم سے واقف نہ ہونے کے نتیجے میں شہادت پر ماتم کیا جاتا ہے اور خاص کر ماہِ محرم الحرام میں نواسۂ رسول،جگر گوشۂ بتول سیدنا حضرت حسینؓ کی بے مثال شہادت پر سوگ اور ماتم کرنے کا رواج ہے،جب کہ یہ تعلیماتِ اسلامی کے خلاف بھی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایات کے مغائر بھی۔

اس لئے ضرورت ہے کہ شہادت کی عظمت کو سمجھیں،شہید کے مقام کو جانیں اور اسلام کے لئے جان و تن کی بازی لگانے والے جیالوں پر رشک کریں نہ کہ رنج و غم۔اللہ تعالی صحیح علم و عمل سے نوازے۔آمین

درس حدیث

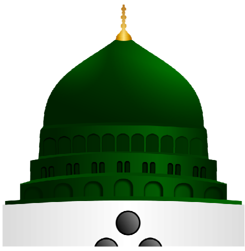

چار اعمال کو اختیار کریں،
سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے!

از: مولانا محمد عمر فاروق قاسمی

وَعن عبدِاللهِ بنِ سَلاَمٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ: أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشوا السَّلامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وصِلُوا الأَرحامَ، وَصَلُّوا باللَّيلِ وَالنَّاسُ نِيامٌ، تَدخُلُوا الجَنَّةَ بِسَلامٍ۔ رواهُ الترمذيُّ وقالَ: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. رقم الحديث: ٢٤٨٥)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، رشتہ داری کے حقوق ادا کرو، اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اس وقت نماز پڑھو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

تشریح: نبی کریم ﷺ کی شان یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو "جوامع الکلم"

*مدیر ماہ نامہ الاصلاح کریم نگر

سے نوازا، مختصر الفاظ میں نہایت جامع اور زندگی بھر کام آنے والے اور آخرت میں نجات سے سرخرو کرنے والے اعمال کی طرف آپ متوجہ فرمایا کرتے تھے، آپ ﷺ کے مختصر الفاظ میں عمل کی ایک دنیا پوشیدہ ہوتی اور انسانوں کے لئے دو جہاں کی کامیابی کے بہترین اور انمول نسخے مل جاتے۔

مذکورہ حدیث میں بھی نبی کریم ﷺ نے نہایت مختصر الفاظ میں گراں قدر تعلیمات سے نوازا اور آپس میں خلوص ومحبت کو پروان چڑھانے والے اعمال کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں، اسلام سے پہلے وہ یہودیوں کے بڑے عالم شمار کئے جاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفا وعظما) تشریف لائے، تو اس وقت آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے لوگ اُمڈ پڑے، میں بھی خدمت اقدس میں حاضری کے ارادہ سے پہنچ گیا، جیسے ہی میری نگاہ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر پڑی میرے دل نے اس بات کا یقین کرلیا اور گواہی دی کہ یہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔ پھر اسی مجلس میں میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، رشتہ داری کے حقوق ادا کرو، اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اس وقت نماز پڑھو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ (حدیث کے

اصلاحی مضامین: ۲۴۱/۴)

اس حدیث نبی کریم ﷺ نے چار کاموں کو کرنے کی تعلیم دی۔(۱) سلام کو پھیلانا۔(۲) ایک دوسرے کو کھانا کھلانا۔(۳) رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔(۴) رات کی تنہائیوں کو اللہ کی عبادت کرنا، جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جس کے ذریعہ میں جنت میں داخل ہوجاؤں؟ تو نبی کریم ﷺ نے یہی فرمایا: **افش السلام، و اطعم الطعام، و صل الارحام، و قم باللیل و الناس نیام۔**(مستدرک: ۷۱۷۴) سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، اور رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

آسان کام ہیں اور اس پر انعام الٰہی اتنا بڑا اور عظیم کے جنت میں سلامتی کے ساتھ داخلہ نصیب ہوگا، اور ان کاموں کی وجہ سے دنیا میں ایک دوسرے کی محبت بھی نصیب ہوگی اور آپسی تعلقات میں مضبوطی بھی حاصل ہوگی۔

فکر ودانش

شہادت اور شہید: فضیلت وعظمت

از: مفتی محمد نوید سیف حسامی ایڈووکیٹ

جنت اللہ تعالیٰ کی لازوال نعمتوں کا مظہر ابدی راحتوں کی جگہ سکون وآرام کا مکان اور عیش وسرمستی کا مقام ہے، وہ ایسی جگہ ہے جس کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے ''سارعوا'' کا لفظ قرآن مجید میں استعمال فرمایا ہے یعنی اللہ کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو، جنت کی ابدالآباد نعمتوں کا اندازہ اس حدیث قدسی سے لگایا جاسکتا ہے جس کو امام مسلم علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل فرمایا ہے کہ ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں ایسی نعمتیں وراحتیں تیار کررکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی دل پر ان نعمتوں کا گمان تک گذرا ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہی فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین (مسلم شریف: ۲۸۲۴)۔

*نائب مدیر ماہ نامہ الاصلاح کریم نگر

اب کون ایسا ہوگا جو ایسی جنت کی طلب نہ رکھے اور کون ایسا ہوگا جو اِس سرتا پا مصائب میں ڈوبی دنیا سے چھٹکارا پا کر جنت میں جانے کی تمنا نہ رکھتا ہو اور کون ایسا ہوگا جس کو جنت کی نعمتوں میں دنیا کی یاد ایک لمحہ کے لئے بھی آئے گی؟ عقل کہتی ہے کہ نہیں ایسا کوئی نہیں جو اُس راحت کے گھر میں اِس تکلیفوں کی کال کوٹھری کو یاد کرے جو اُن ابدی نعمتوں کے جُلو میں اِن زوالی راحتوں کے سائے کی بھی تمنا کرے، لیکن زبان رسالت ﷺ کہتی ہے کہ ایک شخص ایسا بھی ہوگا جو جنت میں جا کر بھی دنیا میں آنے کی تمنا کرے گا، اُس کو فردوسِ بریں کی اشارۂ ابرو پر زیر قدم آنے والی راحتوں آسائشوں آرائشوں کے بدلے اگر دس بار بھی دنیا کی طرف واپس جانے کی رضامندی دے دی جائے تو وہ خوشی خوشی الٹے پاؤں دنیا کی طرف ہولے گا۔

یہ کون ہوگا؟ کوئی ولی قطب یا ابدال جس نے اپنے مواعظ کے ذریعہ انسانیت کے دلوں میں محبت الٰہی کی شمع جلائی ہوگی یا کوئی عالم و مفتی جس نے قرآن و حدیث کی تشریحات و تفسیرات کی ہوں گی یا کوئی سخی و مالدار جس نے دولتِ خداداد کو راہِ خدا میں بے دریغ خرچ کیا ہوگا، آیئے حدیثِ نبوی ﷺ سے ہی جواب لیتے ہیں روایت خادم رسالت ﷺ حضرت انسؓ کی ہے آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں ”کوئی بندہ ایسا نہیں ہوگا جس کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین بدلہ ملے اور وہ دنیا میں آنا

چاہے اگر چیکہ اسے ساری دنیا دے دی جائے سوائے ''شہید'' کے؛ کہ وہ دوبارہ دنیا میں آنا چاہے گا تا کہ ایک اور بار شہادت کا ثواب حاصل کر لے کیونکہ اس نے شہید کا فضیلت اور شہادت کا مرتبہ دیکھ لیا ہے۔(سنن ترمذی: حدیث نمبر ۱۶۴۳)

شہادت کیا ہے؟ اپنی سب سے عزیز چیز زندگی کو اللہ کے نام پر اللہ کے کلمہ کی بلندی واحیاء کے لئے قربان کرنا، جان جان آفریں کے سپرد کرنا، دنیا واہل دنیا کا خیال ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کی کہانی ختم ہوگئی اس کی حیات کا باب بند ہو گیا لیکن '' شہید '' حقیقت میں مرتا نہیں وہ ہمیشہ کی زندگی کی زندگی پالیتا ہے، عالم، مفتی، شیخ، مرشد، قطب، ابدال کی موت واقع ہو جائے تو شریعت ان کو میت یعنی مردہ کہتی ہے لیکن شہید کے بارے میں حق سبحانہ وتقدس نے خود فرمایا کہ شہید کو میت نہ کہو وہ تو زندہ ہیں یہ الگ بات کہ تمہیں ان کی حیات کی سمجھ نہیں ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات (البقرۃ: ۱۵۴) ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا (آل عمران: ۱۶۹)۔

شہید کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ خود سرورِ کائنات ﷺ نے شہادت کی تمنا کی اور راوی کہتا ہے کہ ایک بار نہیں تین بار کی وددت انی اقاتل فی سبیل اللہ فأقتل ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل ''میری تمنا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کروں

اور شہید کیا جاؤں پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں اور قتل کیا جاؤں پھر سہ بارہ زندہ کیا جاؤں اور قتل کیا جاؤں (بخاری شریف:۷۲۲۷)

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''شہید کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں نیز اپنے گھر کے ستّر افراد کے بارے میں اس کی شفاعت بھی قبول کی جاتی ہے (کنز العمال:۱۱۱۵۱) شہید کے خون کے پہلے قطرے پر اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں دوسرے قطرے پر اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے اور تیسرے قطرے پر اس کا نکاح حور عین سے کر دیا جاتا ہے۔(طبرانی:۷۹۴۱)

مفسر کبیر امام قرطبی علیہ الرحمہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے شہید کے اکرام کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ سب انسانوں یہاں تک کہ انبیاء علیھم السلام کی ارواح کو ان کے مبارک جسموں سے نکالنے کی ذمہ داری ملک الموت کی ہے لیکن شہید کی روح اللہ عزوجل بذاتِ خود قبض فرماتے ہیں اللہ اکبر کبیرا (تفسیر قرطبی:۴/۲۷۶) شاید اسی لئے حدیثِ مبارک میں فرمایا گیا کہ'' شہید کو اپنی موت کی اتنی بھی تکلیف نہیں ہوتی جتنی تمھیں اپنے جسم پر کسی پھنسی یا دانے کے پھوٹنے پر ہوتی ہے''۔(کنز العمال:۱۱۱۲۵)

پتہ چلا کہ شہادت نہ کوئی مذموم چیز ہے جس سے بچنے کی کوشش کی جائے اور نہ شہید

کوئی بُری موت مرتا ہے کہ اس کی شہادت پر واویلا مچایا جائے اور غم کا اظہار کیا جائے بلکہ شہادت ایسی کرامت اور ایسا بلند مرتبہ ہے جو قسمت والوں کو ہی میسر آتا ہے، شہادت کی تمنا بھی بہت بڑی تمنا ہے ارشادِ رسالت ﷺ ہے ''جس نے سچے دل سے شہادت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ اسے ضرور شہادت کا مرتبہ عطا فرمائیں گے اگر چیکہ اس کی موت اس کے بستر پر ہوئی ہو۔(سنن ترمذی:۱۶۵۳)

گوشہ محرم

ہجری سالِ نو کا پیغام

از: مفتی محمد شاداب تقی قاسمی

ماہِ ذی الحجہ پر اسلامی سال مکمل ہوتا ہے اور ماہِ محرم الحرام سے اسلامی نئے سال کی شروعات ہوتی ہے۔ عام طور پر مسلمانوں اور بالخصوص نوجوانوں کو اس کا علم نہیں رہتا ہے۔ عیسوی سال کی شروعات پر تو خوب جشن و چراغاں کیا جاتا ہے، اور بہت دھوم دھام سے سالِ نو کا آغاز کیا جاتا ہے، لیکن اسلامی کیلنڈر کی شروعات کب ہوتی ہے؟ کس طرح اسلامی کیلنڈر کا آغاز ہوا ان باتوں سے لاعلم و بے خبر ہوتے ہیں۔ جب کہ ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ ہم اپنی اسلامی تاریخ سے واقف رہیں اور اسلامی ماہ وسال کا نہ صرف علم رکھیں بلکہ ان کو استعمال کرنے کی بھی پوری فکر وکوشش کریں۔ آیئے بہت مختصر جائزہ اسلامی کیلنڈر اور اس کے آغاز کا لیتے ہیں۔

جب اسلام کا دامن دنیا میں پھیلنے لگا، اور دور دراز کے علاقوں میں پرچمِ اسلام لہرانے

* جنرل سکریٹری القلم فاؤنڈیشن کریم نگر

لگا، تو اسی طرح عمال و حکام مختلف شہروں سے خلیفۂ وقت اور امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے بہت سے امور میں خط و کتابت بھی کرتے، اور دیگر حال واحوال کی اطلاعات بھی پہونچاتے۔ اور جب حضرت عمرؓ کی خلافت کو شروع ہوئے ڈھائی سال کی مدت گذر چکی تو ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ کے پاس ایک چک آیا جس پر صرف شعبان کا مہینہ لکھا ہوا تھا، جب آپ کے سامنے وہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ شعبان سے مراد کون سا گذرا ہوا، موجودہ یا آنے والا؟ اس واقعہ کے بعد آپؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا تاکہ اس مسئلہ کا کچھ حل نکالا جائے۔ آپ نے صحابہ کے مجمع میں فرمایا کہ ہمیں کس سن سے تاریخ کا آغاز کرنا چاہیئے؟ اور پھر مشاورت شروع ہوئی تو مختلف صحابہ نے الگ الگ رائے پیش کی۔ کسی نے کہا کہ اہلِ روم کی تاریخ پر شروع کریں، کہا کہ یہ تو بہت طویل ہوجائے گی کیوں کہ وہ تو ذوالقرنین سے اپنی تاریخ لکھتے ہیں۔ کسی نے اہلِ فارس کی متابعت کے لئے کہا۔ بالآخر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس دن سے اسلامی سن آغاز کیا جائے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شرک کی سرزمین کو چھوڑا یعنی ہجرت سے، حضرت عمرؓ نے اس رائے کو قبول فرمایا اور سب نے اس پر اتفاق بھی کرلیا، اس طرح سن اسلامی کا آغاز ہجرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا گیا۔ (امیر المؤمنین عمر بن الخطاب: ٦١ لا بن الجوزیؒ)

اور ماہِ محرم الحرام سے سال کی ابتداء طے پائی کیوں کہ محرم سے ہجرت کی تیاری شروع

ہو چکی تھی۔

سن ہجری کا قیام، اور مسلمانوں کو اپنی تاریخ سے وابستہ رکھنے میں حضرت عمرؓ کا یہ بھی ایک کارنامہ ہے کہ آپ کی فراست نے اس کو حل کر دیا، اور اللہ تعالی نے آپ کو جہاں اور سارے اہم امور کو طے کرنے کا خاص ملکہ عطا کیا تھا، اسی ذوق اور مزاج سے ایک ایسی تاریخ سے جوڑ دیا جو ہر قدم پر ایمان والے کو دعوتِ فکر و عمل دیتی ہے، قربانیوں کی بنیاد پر تعمیر کی گئی اسلام کی اس حسین عمارت کے بقاء وتحفظ، اور ایثار وفداکاری کے جذبۂ فراواں کے ساتھ سینچے گئے اس گلشنِ اسلام کی حفاظت کا انمول سبق دیتی ہے۔ اور اس تاریخ کا ہر ماہ بے شمار عبرتوں کے پیغام کے ساتھ جلوہ فگن ہوتا ہے، خدا جانے کن کن فکروں اور امیدوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان جیالوں نے آنی والی نسلوں کو اسلامی تاریخ مہیا کرنے کے لئے ہجرت کے واقعہ کو خاص کر اپنایا؟ بلا شبہ اسلامی ماہ وسال سے وابستگی کی بنیاد پر یہ امت اپنے اسلاف واکابر کی قربانیوں سے واقف رہے گی، اور اعمال افعال سے منسلک رہے گی، ورنہ تاریخ کے روشن باب، اور دلآویز واقعات کی حسین روداد دوسروں کی تہذیب وثقافت میں دب کر رہ جائے گی۔ اب جب کہ اسلامی سال کا آغاز ہو گیا، اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے اسلامی سال کو بھی اپنی تاریخوں میں استعمال کریں۔

اسلامی سال کی شروعات جب ہوتی ہے کیا خوب سادگی اور قربانیوں کا سبق دیا جاتا ہے اس کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے، اسلامی سال کے آخری مہینہ میں مسلمان قربانی جیسی یادگار اور حج جیسے عظیم فریضہ کی ادائیگی سے فارغ ہوتے ہیں، اور اسی مہینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ذو النورین حضرت عثمان غنیؓ کی المناک شہادت کا واقعہ رونماں ہوا، پھر سال کی شروعات ہوئی کہ پہلی ہی تاریخ کو امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی شہادت پیش آئی، اسی مہینہ میں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حسینؓ کی الم انگیز شہادت کا دلخراش حادثہ ہوا، ایک مسلمان کو اپنے اسلامی سال کی شروعات سے سبق لینا چاہیے اور قربانیوں، شہادتوں اور ایثار ووفاداریوں سے عبرت حاصل کرنا چاہیے، ہم مسلمانوں کو وقتی، عارضی اور مادی خوشیوں کے بجائے نگاہوں کے سامنے دائمی اور لافانی کامیابیوں اور مسرتوں کو رکھنا چاہیے کہ جس کے لئے ہر قربانی دینا اور خواہش کو تج دینا آسان ہوتا ہے۔ نیا سال عبرت اور موعظت کا پیغام ہے کہ اس کے ذریعہ عمر مقرر کے ماہ وسال میں کمی ہوئی ہے، اور انسان اپنی آخری منزل کی طرف قریب ہو رہا ہے اور بہت جلد وہ وقت بھی آجائے گا کہ وہ بھی تاریخ کا ایک حصہ اور ماضی کا ایک جز بن کر رہ جائے گا۔

اسلامی سالِ نو کے ذریعہ ہمیں یہ سبق دیا جاتا ہے کہ صبر و برداشت کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیں، حالات چاہے کتنے بھی کٹھن ہوں، مشکلات چاہے کتنی بھی

خطرناک ہوں، اپنے ایمان میں ذرہ برابر کمی آنے نہ دیں۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی کا اگر ہم جائزہ لیں گے تو اس میں جگہ جگہ ظلم وستم کے مقابلے میں صبر وتحمل، حالات ومصائب کے مقابلے میں ہمت وجرأت، مایوس کن واقعات کے مقابلے میں کامیابی وکامرانی کے سچے خواب دکھائی دیں گے۔ آج ہر جگہ مسلمان ظلم وزیادتی کا شکار ہیں، ان پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لئے طرح طرح کی سازشیں رچی جارہی ہیں، ایسے وقت میں ہمارے لیے آپ ﷺ کی مکی زندگی اور ہجرتِ مدینہ کا سب سے بڑا پیغام یہ ہیکہ ہم حالات سے گھبرانے کے بجائے ہمت وحوصلہ کو پروان چڑھائیں، مایوسی کا شکار ہونے کے بجائے بلند ہمتی کا مظاہرہ کریں، انشاءاللہ جس طرح اللہ تبارک وتعالی نے اُس وقت مسلمانوں کو حالات کی چکّی میں پسنے کے بعد ہجرت کے ذریعہ فتوحات کی نوید سنائی اسی طرح آج بھی اللہ کی قدرت سے اس قسم کی کرشمہ سازی کوئی بعید نہیں۔

اسلامی سالِ نو کا ایک اہم پیغام یہ بھی ہے کہ ہم اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں، باطل قوتوں کے سامنے آہنی دیوار بن جائیں، ہر طرح کے حالات کا متحد ہوکر مقابلہ کریں۔ ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے صحابۂ کرام کے درمیان اتحاد کی فکر فرمائی اور مہاجرین اور انصار کو ایک ایسے رشتہ میں جوڑا جو ان کے لئے خونی رشتے سے زیادہ عزیز بن گیا، پھر اس اتحاد کے نتیجے میں جو کامیابیاں ان کے قدم چومیں

وہ کسی سے مخفی نہیں، کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں ان کا نام سن کر ہی لرز جاتی تھی اور ان کے مضبوط قلعوں میں زلزلہ برپا ہوجاتا تھا۔موجودہ حالات میں اس سے سبق لینے کی سخت ضرورت ہے کہ ہم جب تک اتحاد کا عملی مظاہرہ نہیں کریں گے،اس وقت تک شکست ہمارا مقدر ہوگی،اگر ہم آج بھی اس نسخۂ کیمیا کو اپنالیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمارا بال بھی بیکا کرنے کی ہمت نہیں کرسکتی۔

اصلاح معاشرہ

قتل کے بڑھتے واقعات

اسباب اور علاج

از: مولانا سید احمد ومیض ندوی

موجودہ دور کا مسلم معاشرہ اخلاقی بگاڑ اور سماجی انحطاط کی جس نچلی سطح کو چھونے لگا ہے اس کے تصور ہی سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں؛ اور دل کانپ کر رہ جاتا ہے؛ مسلمانوں کی آخر کن کن بیماریوں کا رونا رویا جائے اور ملت اسلامیہ کے زخموں سے چور جسم پر کہاں کہاں مرہم رکھا جائے کچھ سمجھ میں نہیں آتا؛ ظلم وزیادتی تشدد اور قتل و غارت گری کا ایک بازار گرم ہے؛ ہر طرف خون ریزی کے بادل چھائے ہوئے ہیں؛ تشدد وتباہی کی مسموم ہوائیں چل رہی ہیں؛ آج دنیا کا کوئی مقام ایسا نہیں ہے جو خون انسانی سے آلودہ نہ ہو؛ آج کے معاشرے میں حیوانیت؛ سفاکی؛ بربریت اور درندگی آئے دن بڑھتی ہی جا رہی ہے؛ ایک طرف دنیا کی ساری قومیں خون مسلم کی پیاسی ہیں

*استاد حدیث دار العلوم حیدر آباد

اور دنیا کے مختلف خطوں میں خون مسلم سے ہولی کھیلی جا رہی ہے تو دوسری طرف خود مسلمان باہم دست وگریباں ہیں؛ ادنی سی بات پر مسلمان ایک دوسرے کا قتل کر رہے ہیں؛ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی شان یہ بتائی تھی کہ حقیقی مسلمان کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور کامل مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے اور جس کی ذات اور بات سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں؛ وہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جو انسانیت کا درد اپنے دل میں نہ رکھتا ہو۔

لیکن افسوس آج قتل وخونریزی مسلمانوں کا طرہ امتیاز بن چکا ہے؛ جدھر دیکھیے خود مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے؛ اخبارات اور روزنامے مسلمانوں کے جرائم سے بھرے ہوتے ہیں؛ گزشتہ دو چار ہفتوں کے دوران حیدرآباد کے پرانے شہر میں قتل وخونریزی کے واقعات جس تواتر کے ساتھ پیش آئے اس نے سب کے ہوش اڑا دیے ہیں؛ ہر شخص انگشت بدنداں ہے کہ آخر امن وسلامتی کا گہوارہ سمجھا جانے والا شہر حیدرآباد جس کا ملک بھر سے لوگ رخ کرتے ہیں اس شہر کو پتہ نہیں کس کی نظر بد لگ گئی کہ اب اس کی پہچان جرائم اور قتل وغارت گری کے شہر کے طور پر ہونے لگی ہے؛ حالیہ عرصے میں ایک درجن سے زائد قتل کے واقعات پیش آئے؛ عمائدین شہر اور مختلف دینی وملی تنظیموں کی جانب سے تشویش کا اظہار مسلسل کیا جا رہا ہے؛ شہر کا ہر متفکر

باشندہ اس صورتحال کو لے کر فکر مند نظر آ رہا ہے۔ ویسے دنیا بھر میں غیروں کی جانب سے مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور خون مسلم کی ارزانی ہر گزرتے دن کے ساتھ روز افزوں ہے۔

لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ اب خود مسلمان؛ مسلمان کی گردن کاٹنے لگا ہے؛ حالیہ عرصے میں پیش آئے قتل کے واقعات میں قاتل بھی مسلمان اور مقتول بھی؛ حیرت ہے کہ جس امت کے ہر فرد کو دوسرے کے لیے تقویت کا باعث بننا چاہیے اور جن مسلمانوں کو آپس میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح بننے کی تعلیم دی گئی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس امت کی مثال جسد واحد سے دی ہے جس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے؛ افسوس کہ ایسی امت کے افراد خود باہم ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں؛ آئندہ سطور میں اسلام میں قتل کس قدر سنگین گناہ ہے اور قاتلوں کے لیے قران وسنت کے اندر کیا کیا وعیدیں بیان کی گئی ہیں نیز مسلم معاشرے میں بڑھتے ہوئے قتل کے واقعات کے عوامل ومحرکات کیا ہیں اور اس تشویش ناک صورتحال سے نکلنے کا حل کیا ہے یہ اور ان جیسی باتوں پر قدرے تفصیل کے ساتھ اس امید پر روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ یہ چند سطور امت میں پنپ رہی اس سنگین بیماری کے مداوا کے لیے کچھ نہ کچھ معاون ومددگار ثابت ہوجائیں۔

اسلام میں انسانی جان کی حرمت:

دین اسلام روز اول سے تکریم انسانیت کا علمبردار رہا ہے؛ اسلام سے قبل دور جاہلیت میں انسانی جانوں کو کسی قسم کا تحفظ حاصل نہیں تھا؛ قتل و غارت گری اور ظلم و بربریت کا ننگا ناچ تھا؛ مختلف قبائل کے درمیان 40 40 برس تک جنگوں کا سلسلہ بلا توقف جاری رہتا تھا؛ معمولی سی باتوں پر لوگ مرنے مارنے کے لیے آمادہ ہو جاتے تھے؛ اسلام کی آمد کے ساتھ ظلم کا بازار تھم گیا؛ اسلام نے عرب کے باشندوں کو احترام انسانیت سکھایا اور انسانی معاشرہ پہلی مرتبہ حقوق انسانی سے متعارف ہوا؛ اسلام نے ایک انسان کے خون ناحق کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا؛ خطبہ حجۃ الوداع حقوق انسانی کا وہ بے مثال منشور ہے جس کی مثال انسانی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی ملنی مشکل ہے؛ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قدم قدم پر تکریم انسانیت کی تعلیم دی؛ قران وسنت میں دسیوں مقامات پر انسانی جان کے تحفظ کی تاکید کے ساتھ قتل وخونریزی کے تعلق سے انتہائی سخت وعیدیں بیان کی گئیں؛ اور خون مسلم کس قدر سنگین گناہ ہے جگہ جگہ اس کی وضاحت کی گئی؛ اس سلسلے میں سب سے پہلے آیات قرانیہ کا جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے؛ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر قتل کی سنگینی اور انسانی جان کے تحفظ کی

تاکید پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے:

قرآن مجید دنیا کی وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیتی ہے؛ ارشاد ربانی ہے: جو کوئی کسی کو قتل کرے جبکہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لیے ہو اور نہ زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس شخص نے کسی کی جان بچائی تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی؛ (المائدہ/32) ایک شخص کے خلاف قتل کا جرم دراصل پوری انسانیت کے خلاف جرم ہے؛ چونکہ وہ قتل کا ارتکاب تبھی کرتا ہے جب اس کے دل سے انسان کی حرمت کا خیال ہٹ جاتا ہے؛ ایسا انسان آئندہ کسی اور کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ آیت بالا کے تعلق سے علامہ ابو حفص حنبلی مختلف ائمہ مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت مجاہد نے فرمایا: جس شخص نے ایک جان کو بھی ناحق قتل کیا وہ اس قتل کے سبب دوزخ میں جائے گا جیسا کہ وہ تب دوزخ میں جاتا اگر وہ ساری انسانیت کو قتل کر دیتا؛ (یعنی دوزخ میں اس کا عذاب ویسے ہوگا جیسے اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا ہو) (اللباب فی علوم الکتاب ۷/ ۳۰۱) حضرت قتادہ نے فرمایا: اللہ

تعالی نے اس کی سزا بڑھا دی ہے؛ اور اس کا بوجھ عظیم کر دیا ہے؛ یعنی جو شخص ناحق کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہے؛ گویا وہ تمام لوگوں کو قتل کرتا ہے؛ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فانما قتل الناس جمیعا کی تفسیر میں فرمایا (جس نے ناحق ایک جان کو قتل کیا) اس پر اس کے قتل کا قصاص واجب ہوگا؛ اس شخص کی طرح جس پر ساری انسانیت کو قتل کرنے کا قصاص واجب ہو۔

انسانی جان کا قتل مثل کفر ہے:

آیت کریمہ من قتل نفسا بغیر نفس فانما قتل الناس جمیعا کے ذیل میں امام ابو منصور ماتریدی علیہ الرحمہ کہتے ہیں: جس کسی نے کسی ایسی جان کا قتل حلال سمجھا جس کا ناحق قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے گویا اس نے ساری انسانیت کے قتل کو حلال جانا؛ کیونکہ ایسی جان جس کا قتل حرام ہے وہ شخص اس کے قتل کو حلال سمجھ کر کفر کا مرتکب ہوا ہے؛ وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا کیونکہ جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت کا انکار کرتا ہے وہ پوری کتاب کا انکار کرنے والا ہے؛ اس ایت کی ایک اور توجیہ کا بھی احتمال ہے؛ وہ یہ کہ کہا گیا ہے کہ کسی جان کے قتل کو حلال جاننے والے پر تمام لوگوں کے قتل کا گناہ لازم آئے گا؛ اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ تمام لوگوں پر لازم ہے کہ اجتماعی

کوشش کے ساتھ اس جان کو قتل سے بچائیں اور اس کی مدد کریں؛ پس جب وہ اس کو قتل کر کے فساد برپا کرنے کی کوشش کرے گا تو گویا وہ پوری انسانیت کے خلاف فساد برپا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت اس حکم کے ساتھ ان تمام اہل کفر اور اہل اسلام کے لیے نازل ہوئی ہے جو فساد فی الارض کے لیے سرگرداں ہوں (تاویلات ال السن ۱۰۵/ ۳)

قتل ناحق اور شرک:

کسی کا ناحق قتل خدا تعالی کو اس قدر ناپسند ہے کہ اللہ تعالی نے اس کی سنگینی کو ظاہر کرنے کے لیے شرک جیسے بدترین جرم کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے؛ چنانچہ قرآن مجید میں جہاں شرک سے منع کیا گیا ہے اس کے فوری بعد قتل کی ممانعت ہے؛ ایک جگہ شرک کی ممانعت کے بعد ارشاد خداوندی ہے: ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (بنی اسرائیل: ۳۳) اور جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو؛ یہاں اللہ تعالی نے قتل سے منع کرتے ہوئے مومن یا مسلم کا لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ نفس کا لفظ ذکر کیا ہے؛ چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم؛ اسی طرح ایک مقام پر رحمن کے خاص بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا: والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر

ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق (الفرقان) رحمان کے بندے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور ایسی جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔قتل ناحق کی سزا جہنم ہے: ارشاد ربانی ہے: ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما (النساء ۹۳) اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا؛ اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا؛ اور اس پر لعنت کرے گا اور اس کے لیے اللہ نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے؛ آیت بالا کی تفسیر میں مفسر ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ناحق کسی مسلمان کو قتل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسے شرک جیسے ظلم عظیم کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے؛ اللہ تعالی نے اس گناہ عظیم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے یہ شدید دھمکی دی ہے؛ اور سخت وعید بیان کی ہے کہ قتل کو اللہ تعالی کے ساتھ شرک جیسے گناہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: قل تعالوا اتلوا ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا باللہ شیئا پھر آگے فرمایا: ولا تقتلوا اولادکم من املاق (الانعام) (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۳۵) مسلمانوں کو اذیت

دینے والے کے لیے عذاب جہنم ہے: مسلمانوں کو اذیت دینا اور انہیں ظلم وتشدد کا نشانہ بنانا خدا تعالی کو سخت ناپسند ہے؛ اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کے لیے جہنم کی دردناک سزا کا اعلان فرمایا ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے: ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق (البروج ۱۰) بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ بھی نہ کی ان کے لیے عذاب جہنم ہے اور ان کے لیے بالخصوص آگ میں جلنے کا عذاب ہے؛ حضرت ہشام بن حکم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو اذیت اور تکلیف دیتے ہیں (صحیح مسلم ٢٠١٨/٤ رقم ٢٦١٣) امام رازی علیہ الرحمہ آیت بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جو بھی مسلمانوں کو اذیت ناک تکلیف میں مبتلا کرے (خواہ ایسا کرنے والا خود مسلمان ہو یا غیر مسلم) اس کے لیے عذاب جہنم ہے؛ یہ معنی زیادہ مناسب ہے؛ کیونکہ لفظ عام ہے اور اگر خاص کیا جائے تو یہ بغیر دلیل کے عام حکم کو خاص کرنا ہوگا (التفسیر الکبیر ۳۱/۱۱۱) آیت بالا میں فتنے میں مبتلا کرنے سے مراد مفسرین کے نزدیک آگ میں جلانا ہے؛ اس معنی کی رو سے خودکش حملوں اور بم دھماکوں اور بارود سے ہلاک کرنے کی ساری صورتیں شامل ہوں گی؛ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فتنوا المؤمنین

حرقوھم بالنار" یعنی مومنوں کو فتنوں میں ڈالنے سے مراد ان کو آگ سے جلانا ہے (التفسیر الکبیر ۳۱/۱۱۱) حضرت قتادہ سے منقول ہے کہ فتنے میں ڈالنے کا معنی آگ سے جلا کر ہلاک کر دینا ہے۔(الدر المنثور للسیوطي ۸/ ٤٦٦)

قتل کی سنگینی احادیث کی روشنی میں:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے؛ آپ نے تباہی و بربادی کے کنارے پہنچے ہوئے انسانی معاشرے کو ہلاکت سے بچایا؛ آپ کی تعلیمات میں سب سے زیادہ حقوق انسانی کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے؛ عملی اقدامات کے ذریعے بھی آپ نے انسانی جان کا تحفظ فرمایا اور اپنے ارشادات و ہدایات کے ذریعے بھی قتل و خونریزی کی سخت مذمت بیان فرمائی؛ اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں: مومن کا قتل پوری دنیا کی تباہی سے بڑا گناہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں انسانی جان کی کس قدر حرمت ہے اس کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے جس میں آپ نے فرمایا: اللہ تعالی کے نزدیک ایک مومن کے قتل سے پوری دنیا کا تباہ ہو جانا ہلکا ہے۔(سنن ترمذی رقم ۱۳۹۵) ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ ایک مومن کا قتل اللہ کے نزدیک پوری دنیا کے ختم ہو جانے سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے۔(سنن

نسائی رقم ۳۹۸۸-۳۹۹۵) اور یہ اس لیے بھی کہ ساری کائنات کو اللہ تعالی نے انسان اور صاحب ایمان کے لیے بنایا ہے؛ گویا حضرت انسان کائنات کا دولہا ہے؛ جب اس کی قدر و قیمت باقی نہ رہی تو کائنات بے کار ہے؛ علاوہ ازیں انسان اللہ کی تخلیق کا عظیم شاہکار ہے؛ جب کوئی اس شاہکار کو مسل دیتا ہے تو یہ چیز اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے: اسی مضمون کو حضرت براء بن عازب کی روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے: اللہ تعالی کے نزدیک پوری دنیا کا فنا ہو جانا کسی شخص کے قتل ناحق سے ہلکا ہے۔ (سنن بیہقی ٣٤٦/٤ رقم ٥٣٤٤) جو لوگ ناحق کسی ایک انسان کا بھی قتل کر دیتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے محض ایک انسان کو نہیں بلکہ پوری کائنات کی حرمت پر حملہ کیا ہے۔قتل مسلم کفر کی مانند ہے: قتل کی سنگینی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے آپسی قتل کو کفر کی مانند قرار دیا ہے؛ ارشاد نبوی ہے: لا ترتدوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔ (صحیح بخاري رقم ٦٦٦٨) تم میرے بعد ایک دوسرے کا قتل کر کے کفر کی طرف نہ لوٹ جانا؛ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپسی قتل ایمان کے سراسر منافی ہے؛ ایمان آپسی احترام اور ایک دوسرے سے محبت و خیر خواہی سکھاتا ہے؛ اخوت و بھائی چارہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے؛ کوئی مسلمان اپنے دوسرے ایمانی بھائی سے بغض و کینہ تک نہیں رکھ سکتا چہ جائے کہ اسے قتل کرے۔

خطبہ حجۃ الوداع اور انسانی جان کی حرمت:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع حقوق انسانی کا اولین منشور ہے: آپ نے حضرات صحابہ کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں سب کو مخاطب کر کے جو باتیں ارشاد فرمائی ان میں انسانی جان کی حرمت کو سب سے مقدم رکھا؛ آپ نے فرمایا: ان دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمه یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا الی یوم یلقون ربکم (بخاری شریف ۲/۶۲۰) تمہارا خون تمہارا مال تمہاری آبرو تم پر حرام ہے؛ جس طرح تمہارا یہ دن محترم ہے؛ یہ مہینہ محترم ہے؛ اور یہ شہر محترم ہے؛ انسانی جان مال اور عزت وآبرو کی حرمت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن ماہ ذی الحج اور مکہ مکرمہ کی طرح محترم قرار دیا اور یہ بات آپ نے اس وقت فرمائی جبکہ دنیا ابھی حقوق انسانی کے تصور سے نا آشنا تھی۔ قیامت کے دن قتل کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا: قتل وقتال خونریزی وخون خرابہ اللہ تعالی کو سخت ناپسند ہے؛ کل قیامت کے دن رب کائنات حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل ناحق کا فیصلہ فرمائیں گے؛ اور اس عظیم جرم کے مرتکب افراد کے حق میں فیصلہ اس لیے جلد کیا جائے گا تاکہ انہیں جلد سزا دی جا سکے؛ ارشاد نبوی ہے: حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خونریزی کا فیصلہ سنایا جائے گا (بخاری ٢٠١٧/٦ رقم ٦٤٧١) نا قابل خلاصی دلدل: قتل وخونریزی ایک ایسا دلدل ہے جس میں ایک مرتبہ ملوث ہونے کے بعد اس سے نکلنا مشکل ہے؛ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قتل غارت گری اتنا سنگین جرم ہے کہ کوئی اگر اس میں ایک مرتبہ ملوث ہو جائے تو پھر اسے اس سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا؛ بخاری کی روایت یوں ہے: ان من ورطات الامور التي لا يخرج لمن اوقع نفسه) مسلمانوں کے قاتل کی عبادت قبول نہیں: حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے؛ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی مومن کو بطور ظلم کے ناحق قتل کیا اللہ تعالی اس کی کوئی نفل اور فرض عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔ (سنن ابوداؤد ١٠٣/٤ رقم ٤٢٧٠) یہ کتنی بڑی محرومی ہے کہ قاتل عبادات کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے؛ جو شخص انسانی حرمت وہ تقدس کو پامال کرتا ہے بھلے وہ کتنا ہی عبادت گزار ہو اس کی عبادتیں اسے نجات نہیں دلا سکتی۔

قرب قیامت قتل کی کثرت ہوگی:

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت کے زمانے میں قتل و غارتگری کی کثرت ہوگی؛ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے؛ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے قریب زمانہ قریب ہوتا جائے گا؛ علم گھٹتا جائے گا؛ بخل پیدا ہو جائے گا؛ فتنے ظاہر ہوں گے؛ اور ہرج کی کثرت ہوگی؛ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: قتل! قتل! (بخاری شریف ۲۰۹۰ /٦ رقم ٦٦٥٢) اسی طرح ایک اور روایت ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں؛ ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے؛ آپ نے فتنوں کا ذکر فرمایا اور کثرت سے ان کا ذکر کرتے ہوئے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا؛ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ احلاس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ افرا تفری؛ فساد انگیزی اور قتل و غارت گری ہے۔ خون ناحق میں شامل سب لوگ جہنم میں ہوں گے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تب بھی اللہ تعالی ان سب کو جہنم میں جھونک دے گا (سنن ترمذی ١٧ / ٤ رقم ٣١٩٨)

خون مسلم کی حرمت کعبے سے زیادہ ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے سے زیادہ محترم قرار دیا؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: اے کعبہ تو کتنا عمدہ ہے! اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے! تو کس قدر عظیم المرتبت ہے! اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے؛ اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔ (سنن ابن ماجہ/۲۷۱-۲۰۷) قتل گناہ کبیرہ ہے؛ قتل کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اکبر کبائر میں شمار فرمایا؛ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا؛ کسی انسان کو قتل کرنا؛ والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی بات کہنا (صحیح بخاری) جان بوجھ کر مومن کو قتل کرنے کا وبال: حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر گناہ کے بارے میں امید ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن اسے معاف کر دے سوائے اس شخص کے جو مشرک ہونے کی حالت میں مرا ہو یا جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو (مجمع الزوائد)

قاتل جہنمی ہے:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص دوسرے کے پاس جا کر اسے قتل کر دے تو مقتول جنت میں ہوگا اور قاتل جہنم میں (مجمع الزوائد) مقتول قاتل کو عرش تک لے جائے گا: حضرت عبداللہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت مقتول قاتل کو لے کر آئے گا؛ اس کی پیشانی اور اس کا سر مقتول کے ہاتھ میں ہوگا اور اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ کہے گا: اے میرے رب! اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ حتی کہ وہ اسے عرش کے قریب لے جائے گا (سنن ترمذی ۳۰۲۹) خون ناحق کا مرتکب عبادت میں سست ہو جاتا ہے: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک مومن کسی خون حرام کا ارتکاب نہیں کرتا تو وہ اطاعت گزار اور صالح رہتا ہے اور جب وہ کسی خون حرام کا ارتکاب کر لیتا ہے تو وہ سستی وہ تھکاوٹ کا شکار ہو کر نیک کام سے عاجز ہو جاتا ہے۔(سنن ابی داؤد، ۴۲۷)

مومن کی طرف اسلحہ سے اشارہ بھی درست نہیں:

قتل تو بہت بڑی چیز ہے؛ اسلام میں کسی مسلمان کی طرف اسلحہ سے اشارہ بھی

جائز نہیں؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے اشارہ کرنے والے کو بھی ملعون قرار دیا ہے؛ ارشاد نبوی ہے: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے اور وہ قتل کر کے جہنم کے گڑھے میں جا گرے (صحیح بخاری ۷۰۷۲) ایک اور روایت میں آیا ہے: جو شخص نیزے سے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں؛ یہاں تک کہ وہ اسے رکھ دے؛ خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ (صحیح مسلم ۲٦۱٦)

اسلحہ کی نمائش کی ممانعت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے پر اسلحہ تاننے ہی سے نہیں بلکہ عمومی حالات میں اسلحہ کی نمائش کو بھی ممنوع قرار دیا؛ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگی تلوار دینے سے منع فرمایا (سنن ترمذی ۲۱٦۳) ناحق خون کرنے والے کے لیے دروازہ تنگ ہے: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن اس وقت تک اپنے دین کے بارے میں برابر کشادہ رہتا ہے؛ یعنی اسے ہر وقت مغفرت کی امید رہتی ہے

جب تک ناحق خون نہ کرے؛ جہاں ناحق خون کیا اس کے لیے مغفرت کا دروازہ تنگ ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ٦٨٦٢) ایک مسلمان کو ڈرانا بھی گناہ ہے: ابن ابی لیلی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوفزدہ کرے۔ (سنن ابوداؤد ٥٠٠٤)

قتل کن صورتوں میں جائز ہے:

شریعت نے صرف تین صورتوں میں قتل کو جائز قرار دیا ہے ١-قتل کے بدلے قتل یعنی قصاص میں قاتل کو قتل کرنا۔ ٢-شادی شدہ مرد یا عورت اگر زنا کریں تو انہیں حد جاری کر کے قتل کیا جائے گا۔ ٣-ارتداد کے جرم میں مرتد کی سزا قتل ہے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان شخص یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کا خون صرف تین صورتوں میں جائز ہے: جان کے بدلے جان یعنی قصاص میں قاتل کو قتل کرنا؛ شادی شدہ زانی اور دین سے مرتد ہو کر جماعت چھوڑنے والا۔ (صحیح بخاری ٦٨٧٨)

سطور بالا میں قرآن وحدیث کی روشنی میں قتل کی سنگینی کی وضاحت کی گئی ہے؛ اب

اخیر میں ذرا اپنے معاشرے پر بھی ایک نظر ڈالیے؛ لوگ خوش ہیں کہ موجودہ معاشرہ ایک ترقی یافتہ سماج ہے؛ جو ترقی کی راہ پر گامزن ہے؛ علم وسائنس کا دور دورہ ہے؛ اس میں شک نہیں کہ موجودہ دور کا انسان ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے؛ ہمارے نوجوان اونچی اونچی ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں لیکن ہماری نظر اس طرف نہیں جاتی کہ علم کی ترقی کے ساتھ جہالت بھی اسی رفتار سے بڑھ رہی ہے؛ آج کے معاشرے میں تعلیم کے علمبردار لوگ بھی بچی کے دنیا میں آنے سے پہلے اس کا قتل کر رہے ہیں؛ اب شہروں میں بوری بند نعشوں کا کچرے دانوں میں دستیاب ہونا معمول بنتا جا رہا ہے؛ ان دنوں اصلاح معاشرہ کے پروگراموں کی کوئی کمی نہیں لیکن کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا کہ اخبارات قتل کی سنگین وارداتوں سے خالی ہوتے ہوں؛ ستم بالائے ستم یہ کہ اب ایسے بدبخت والدین بھی دیکھنے کو مل رہے ہیں جو اپنے ہاتھوں سے اپنی اولاد کو موت کی گھاٹ اتار رہے ہیں؛ لوگ سالہا سال اولاد کے لیے ترستے ہیں لیکن وہ کیسے بدنصیب انسان ہیں جو اپنی معصوم اولاد کو گلا گھونٹ کر مار ڈالتے ہیں؛ افسوس کہ اب تو خونی رشتے بھی قتل سے محفوظ نہیں رہے؛ بھائی بھائی کا قتل کر رہا ہے؛ باپ بیٹے کا تو بیٹا باپ کا قتل کر رہا ہے؛ داماد سسر کو موت کی نیند سلا رہا ہے؛ کہیں سسر داماد کا قاتل بن کر سرخیاں بٹور رہا ہے؛ جہیز کے سبب نئی نویلی دلہنوں کا نذر آتش ہونا تو کوئی تعجب کی چیز نہیں رہی؛ معاشرے کی صورتحال کی حقیقی عکاسی کرتے

ہوئے ایک فکر مند شخصیت لکھتی ہے:"مسلم معاشرہ طلاق؛ خلع کے جھگڑوں اور اقدام خودکشی کے معاملوں میں بہت آگے بڑھ چکا ہے؛ ترقی کے نام پر ننگا پن عام ہو گیا ہے؛ فحاشی؛ عریانیت؛ بے ہنگم زندگی کو لوگ اچھا سمجھ رہے ہیں؛ آپ کو یاد ہو گا کہ برسوں پہلے جب ٹیکنالوجی عام نہیں تھی؛ گاڑیوں کا شور اور دھواں نہیں تھا؛ شہر آباد نہیں تھے؛ لوگ کنوؤں سے پانی بھر کر پیتے تھے؛ آسانیاں نہیں تھیں؛ ان سب کے باوجود معاشرہ پرسکون تھا؛ لوگ مطمئن تھے؛ مکان کچے تھے؛ مسجدیں کچی تھیں؛ سائنسی علوم سے لوگ بہت کم شناسائی رکھتے تھے؛ مگر اخلاقی علم سے مالا مال تھے؛ زمانہ سست تھا؛ مگر سکون و لطف سے بھر پور تھا؛ ایک دوسرے کا احساس اتنا کہ جتنا آج کے خونی رشتے بھی نہ رکھتے ہوں؛ چوری چکاری بہت کم تھی؛ قتل و غارت جیسی واردات بھی نہ ہونے کے برابر تھیں ؛ اگر کوئی قتل جیسا بڑا سانحہ ہو بھی جاتا تو پورا معاشرہ سوگ میں مبتلا ہو جاتا تھا؛ غمگین لوگ اپنے رب سے رحمت و سلامتی کی دعا کرتے؛ آج کا معاشرہ قاتل کہلانے کے لائق ہو چکا ہے؛ چونکہ روز بروز بڑی بے دردی سے لوگ قتل ہو رہے ہیں؛ مگر کسی کو کوئی احساس نہیں؛ روز بروز کی بدعنوانیوں نے ہمارے احساسات کو ختم کر دیا ہے؛ آج قتل و غارت روز کا معمول بن گئی ہے؛ معاشرے کا توازن بگڑ گیا؛ باہمی مفادات ختم ہو گئے؛ ذاتی مفادات نے ترجیح لے لی؛ ظاہری رنگین محفلوں والا پر کشش معاشرہ انسان کو ذہنی الجھنوں میں

پھنسانے لگا؛ معاشرہ دن بدن کھوکھلا ہونے لگا؛ انسان مادہ پرست ہوگیا؛ پریشانیاں بڑھنے لگیں ؛سخت قوانین ہونے کے باوجود بھی انسانی درندگی و بدعنوانی بڑھ چکی ہے؛ معاشرے کا بھائی چارہ تو ختم ہو ہی گیا؛ خونی رشتے بھی مدھم ہونے لگے؛ نفسیاتی بیماریاں بڑھنے لگیں ؛انسان کا خود پر کنٹرول ختم ہوگیا؛ معاشرہ بظاہر بڑا رنگین مگر درحقیقت ایک قاتل اور کھوکھلا بن کر رہ گیا؛ نشہ؛ ڈرگز؛ طلاق ؛خلع عام بات ہوچکی ہے؛ بے حسی و بدعنوانی کی ایسی خبریں سننے کومل رہی ہیں جیسے کہ ہم انسانی معاشرے میں نہیں کسی اور مخلوق کے معاشروں میں رہ رہے ہیں؛ دشمنوں کے ہاتھوں معصوم و بوڑھوں اور جوانوں کا قتل ہونا تو اب معمول بن گیا ہے"اسباب کیا ہیں؟ یہ تو مرض کی سنگینی تھی؛ جس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی۔

اب اس کی تشخیص اور قتل کے ان سنگین واردات کے اسباب کی بھی وضاحت ضروری ہے؛ قتل کے بڑھتے ہوئے واقعات کا کوئی ایک سبب شمار نہیں کیا جا سکتا؛ معاشرے کو قتل و غارت کی اس سطح پر لانے میں مختلف اسباب وعوامل کارفرما رہے ہیں؛ جن میں سے چند کی نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے:

١-اس قسم کے کے واقعات کا بنیادی سبب دین سے دوری اور مسلم معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے دینی ہے؛ قتل جیسا بدترین اقدام وہی شخص کرسکتا ہے جس کا دل خوف خدا

سے عاری اور جسے دین سے کوئی سروکار نہ ہو؛ بڑھتی ہوئی بے دینی مسلم نوجوانوں کو قتل وغارت پر آمادہ کر رہی ہے۔

۲- بچوں اور جوانوں کی دینی تربیت کا فقدان بھی اس صورتحال کی ایک بڑی وجہ ہے؛ بیشتر والدین اپنے بچوں کی تربیت پر بالکل توجہ نہیں دیتے؛ والدین کی بے توجہی کے شکار بچے اور نوجوان بے راہروی اور آوارگی کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

۳- غنڈوں اور اوباشوں کی صحبت بھی بہت سے نوجوانوں کو غنڈہ گردی اور قتل وغارت پر ابھارتی ہے؛ صحبت کا اثر مسلم ہے؛ اکثر نوجوان علاقے کے غنڈوں سے رابطہ آکر غلط راہ اپناتے ہیں۔

٤- عشق ومعاشقہ کا چکر بھی قتل کے واقعات کا باعث بن رہا ہے؛ شادی سے قبل ناجائز تعلقات نیز کسی لڑکی کی محبت میں ایک سے زائد نوجوانوں کا مبتلا ہونا بھی اس قسم کے واقعات کا سبب بنتا ہے؛ آئے دن اخبارات میں عشق کی ناکامی کے سبب ہونے والے قتل کے تعلق سے خبریں آتی رہتی ہیں۔

٥- آپسی خصومتیں اور زمین جائیداد کے نزاعات بھی قتل کا ایک اہم سبب ہے؛ یہ صورتحال خونی رشتوں میں بھی پیش آتی ہے؛ بھائی بھائی کا قتل کرتا ہے؛ بیٹا باپ پر حملہ کرتا ہے؛ وراثت کی تقسیم میں ناانصافی بھی بسا اوقات انتہائی اقدام کا سبب بنتی ہے۔

۶-شراب اور نشے کی عادت بھی قتل کے واقعات کا ایک اہم سبب ہے؛ نشے کی حالت میں بہت سے لوگ فریق مخالف پر قاتلانہ حملہ کر دیتے ہیں؛ نشے میں آدمی کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا اقدام کر رہا ہے؟ چنانچہ بہت سے قتل کے واقعات کے پیچھے منشیات کی لت ہوتی ہے۔ بڑے شہروں میں روڈی ازم کا رواج بھی اکثر قتل کے واقعات کا سبب بنتا ہے؛ مختلف علاقوں کے روڈی شیٹر کے درمیان خصومتوں کا پیدا ہونا اور ان کی آپسی رقابتیں قتل کے واقعات کا سبب بنتی ہیں؛ حیدرآباد کی صورتحال سے یہاں کا ہر شہری اچھی طرح واقف ہے۔

۷-قانونی اداروں کی نفاذ قانون میں کوتاہی بھی اس قسم کے واقعات کے بار بار پیش آنے کا ایک بنیادی سبب ہے؛ قاتلوں کو خوف ہی نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ گرفتاری کے بعد ضمانت پر رہا ہونے کا یقین ہوتا ہے؛ قانون کے صحیح نفاذ کے لیے کرپشن سے پاک انتظامیہ ضروری ہے۔

علاج کیا ہے؟ قتل و غارت گری کے بڑھتے واقعات انتہائی تشویش ناک ہیں ؛اخبارات میں صرف مذمتی بیانات سے اس بھیانک صورتحال پر قابو پانا ممکن نہیں؛ اس کے لیے ٹھوس عملی اقدامات کی ضرورت ہے مثلاً:

۱-لوگوں میں دینی شعور بیداری کا کام پوری قوت کے ساتھ کرنا ضروری ہے؛

دین سے دوری انسان کو ہر قسم کے اقدام پر آمادہ کرتی ہے؛عوام الناس میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے ہمہ جہت اقدامات ناگزیر ہیں؛ اصلاح معاشرہ کے لئے صرف جلسوں کا انعقاد بھی کافی نہیں؛ نوجوانوں کی دینی تربیت کے لیے انہیں دینی ماحول فراہم کرنا ضروری ہے؛اس کے لیے دعوت وتبلیغ کی تحریک موثر ثابت ہوسکتی ہے۔

٢-والدین اور سرپرستان اپنے بچوں اور نوجوانوں کے لیے گھروں میں بھرپور دینی تربیت کا اہتمام کریں؛اور اولاد کے دل میں بچپن ہی سے خوف خدا جاگزیں کریں؛ انہیں دین کی ضروری باتوں سے واقف کرائیں اور یہ بتائیں کہ حقوق العباد کس قدر اہمیت کے حامل ہیں؛ گھریلو دینی تربیت کے فقدان کی وجہ سے دین بیزار نوجوانوں کی فوج کی فوج تیار ہورہی ہے۔

٣-نئی نسل کو منشیات کی لت سے محفوظ رکھنے کی کوشش روز اول سے ضروری ہے؛ اور بڑی عمر کے افراد میں بھی شراب کے عادی لوگوں کو نشے کی لت سے چھٹکارا دلانے کی کوشش کی جائے۔

٤-اس سلسلے میں سب سے کلیدی کردار حکومت اور انتظامیہ کا ہے؛ قاتلوں کے لیے بلا کسی رعایت کے قانون کا بھرپور نفاذ کیا جائے؛ اور نفاذ قانون کے اداروں کا کرپشن اور بدعنوانی سے پاک ہونا ضروری ہے۔

٥ -نظام انصاف کو موثر بنانا نہایت ضروری ہے؛ ہمارا عدالتی نظام اس قدر سست رفتار ہے کہ جرائم پیشہ افراد پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا؛ انصاف میں تاخیر اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دلانے میں تاخیر ہی اس قسم کے واقعات کا سبب بنتی ہے۔

٦ -تعلیم کی کمی اور جہالت کا عام ہونا قتل وخون خرابے کا ایک اہم سبب ہے؛ نوجوانوں میں تعلیم کی باقاعدہ مہم چلانے کی ضرورت ہے؛ جہالت انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہے؛ اور جاہل شخص انجام سے بے خبر ہوکر جو جی میں آتا ہے وہ کرگزرتا ہے؛ قتل کے اکثر واقعات اس آبادی میں پیش اتے ہیں جہاں تعلیم کی شرح کم ہوتی ہے۔

٧ -غربت اور بے روزگاری بھی اس قسم کے واقعات کی ایک وجہ ہے؛ نوجوانوں میں بے روزگاری کے خاتمے کے لیے حکومتی سطح پر موثر اقدامات ضروری ہیں؛ اکثر نوجوان بیکاری اور بے روزگاری کے سبب غلط راستے پر چل پڑتے ہیں۔

٨ -راتوں کو دیر تک باہر گھومنے پر کنٹرول ضروری ہے۔

پیغام ونصیحت

علم دین کی حقیقی طلب کے لئے چند اہم بنیادی باتیں

از:مفتی محمد عبدالحمید قاسمی

قرآن وحدیث میں علم دین کی اہمیت اور فضائل بے شمار موجود ہیں جو چیز جتنی اہم ہوتی ہے،اس کا حصول اور تقاضے بھی بڑے اہم ہوتے ہیں اسی کے پیش نظر طالبان علوم نبوت کے لئے بنیادی طور چند باتیں ہیں جن کا جاننا نہایت ضروری ہے* تا کہ امت کو خاطرخواہ فائدہ پہنچے- بغرض اصلاح وافادہ چند سطور سپرد قرطاس ہے-اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین یارب العالمین

(1)اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں-

انسان ایک کمزور مخلوق ہے جو اللہ کی مدد کے بغیر گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ "اس لئے جب وہ اپنا معاملہ اپنے نفس کے سپرد کردیتا ہے تو ہلاک وبرباد ہوجاتا ہے اور جب اپنا معاملہ اللہ کے

*معلم جامعہ صدیقہ فیض العلم کریم نگر

سپرد کرتا ہے اور علم کی طلب میں اسی ذات سے مدد کا خوگر ہوتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کی مدد فرماتے ہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات پر لوگوں کو ابھارا ہے۔فرمایا إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِين (سورۃ الفاتحۃ:۵)"ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"۔اور فرمایا: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ"اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا اور فرمایا: وَعَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۃ المائدۃ:۲۳)"اور تم اگر مومن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے مزید یہ کہ طلبِ مددِ خداوندی کے ساتھ اس عظیم انتخاب اور نعمت پر اللہ تعالیٰ کا دل سے شکر بجالائیں

(2) نیت درست کریں۔

سارے اعمال کا دار و مدارس نیتوں پر ہے اس لئے علم کی طلب میں اپنی نیت خالص رکھیں، دکھاوا اور شہرت کا ارادہ نہ ہو، اور جو شخص اللہ کے لئے اپنی نیت خالص رکھے گا اللہ تعالی اس کو نیک توفیق اور ھدایت سے نوازے گا اور اس پر اسے ثواب بھی ملے گا،نیت درست ہونے کی برکت سے اس کا ایک ایک لمحہ عبادت بنے گا۔

(3) اللہ سے علم نافع کے لئے دعا مانگیں۔

اللہ رب العزت سے دعا کرنا علم میں اضافے کا سبب ہے کیونکہ بندہ فقیر ہے اور اپنے رب کا سخت محتاج ہے اللہ جل شانہ نے اپنے بندے کو سوال کرنے اور رو رو کر ،گڑگڑا کر، آہ وزاری کرنے اور دعائیں کرنے پر ابھارا ہے فرمایا: وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (سورۃ الغافر : ٦٠)"اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا)ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے"۔اور اللہ نے اپنے نبی کو علم میں زیادتی کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا: وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔(سورۃ طٰہٰ:١١٤)اور یہ دعا کرتے رہا کرو کہ: میرے پروردگار! مجھے علم میں اورترقی عطا فرما۔ ہمیشہ علم نافع کی دعا مانگنی چاہیے۔اس لئے کہ علم نافع وہ علم ہے جو انسان کو عمل کرائے بغیر چھوڑ چھوڑتا نہیں۔

(4)اصلاحِ باطن کی فکر کریں۔

دل علم کا برتن ہے اگر برتن درست ہے تو جو چیزیں اس میں رکھی جائیں گی محفوظ ہوں گی اور اگر برتن درست نہیں ہے تو جو اس میں رکھی جائیں گی ضائع وبرباد ہوجائیں

گی ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کو ہر چیز کی بنیاد اور اساس قرار دیا ہے فرمایا: أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ. (صحيح البخاري:52)"سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا سارا بدن درست ہوگا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے"۔اور دل کی درستی اور باطن کی اصلاح،اللہ تعالی کی ذات وصفات کی معرفت،مخلوقات اور نشانیوں میں غور وفکر،قرآن کریم میں تدبر،فرض نماز اور تہجد کا اہتمام اور اعمال صالحہ کی کثرت سے ہوتی ہے نیز شہوات ؛جیسے دنیا اور اس کی خواہشات سے محبت کرنا،اس میں مشغول رہنا،حرام صورتوں سے محبت کرنا،گانے سننا اسی طرح غیر محرم کو دیکھنا،حسد کرنا،دھوکا دینا،،تکبر کرنا،زیادہ کھانا،زیادہ سونا،فضول کلام کرنا،موبائل کا غلط استعمال کرنا،فحش اور بے حیائی کی چیزوں کو دیکھنا وغیرہ تمام باطنی گناہوں سے بچتے ہوئے ظاہری وضع قطع کو بھی درست رکھیں،خصوصاًلباس اور سر کے بال شرعی ہوں کیوں کہ ظاہر کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے صحیح صحبت اختیار کریں، برے ماحول سے دور رہیں، کیوں کہ صحبت اور ماحول یہ دونوں چیزیں دل پر فوراً اثر انداز ہوتے ہیں۔

(5) علم کی حرص اور عظمت اپنے اندر پیدا کریں۔

انسان جب کسی شیئ کی اہمیت کا اندازہ کرلیتا ہے تو اس کے دل میں اس شیئ کو حاصل کرنے کی تڑپ اورحرص پیدا ہوجاتی ہے اور وہ جن اشیاء کوحاصل کرنے کی تڑپ شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے اوراسے حاصل کرنے میں سخت محنت اورجدو جہد کرتا ہے، ان میں سب سے عظیم شیئ علم ہے اس لئے انسان پر واجب ہے کہ علم کا حریص ہو، اور حریص ہونے کے لئے پہلے علم دین کی عظمت دل میں بٹھانا ضروری ہے، اورعلم دین کی عظمت دل میں بٹھانے کے لئے قران وحدیث میں جوعلم دین کے فضائل وارد ہیں اس کو انفرادا پڑھنے اور سننے کے علاوہ وقتاً فوقتاً اس کا مذاکرہ بھی ہونا چاہئے کیوں کہ جس دل میں علم دین کی عظمت ہوگی وہی علم دین کے تقاضوں کو پورا کرنے کا عزم مصمم اور ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی کواپنے اوپر لازم اورضروری سمجھتا ہے۔

(6) سخت محنت کے ساتھ اسلاف امت کے واقعات کا مطالعہ کریں۔

سستی و کاہلی اورحصول علم کے تمام موانع اور رکاوٹ پیدا کرنے والے اسباب مثلاً نفس اور شیطان کی پیروی، بیجا اورغیر ضروری موبائل کا استعمال سے بچنے کے لئے پوری طاقت صرف کردیں، بےتوجہی، بے التفاتی، بے رغبتی کئے بغیر دل و دماغ لگا کر یکسوئی اورانہماک کے ساتھ تعلیم حاصل کریں، نیز حصول علم کے لئے اسلاف اورعلماء کی سوانح عمری اوران کے علمی اسفار اوران کے علمی اسفار میں پیش آنے والے مصائب

ومشکلات کے دوران ان کے صبر وتحمل اور قوت برداشت وغیرہ کے واقعات خصوصاً کتاب آداب المتعلمین (تالیف حضرت قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ) کا مطالعہ کریں ان شاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔

(7) نظام الاوقات ترتیب دیں۔

نظام الاوقات انسان کی دنیوی اور اخروی کامیابی کے لئے ضامن ہے، طلبہ علم دین سے پرخلوص گزارش ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے لئے اپنے اندر صدق طلب پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ نظام الاوقات ترتیب دیں، جس سے وقت کی پابندی، وقت کی حفاظت جیسے صفات پیدا ہوں گے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وقت کا صحیح استعمال کرتے ہوئے عربی، اردو، فارسی زبانوں کے علاوہ بالخصوص انگریزی تلگو یا اپنے اپنے مقامی زبانوں میں بھی مہارت اور قابلیت پیدا کر کے غیروں کے سامنے اسلام کی سچی اور صحیح تعلیمات ان تک پہنچائی جا سکتی ہے، جو اس دَور کا سب سے بڑا اور اہم تقاضہ بھی ہے نیز نظام الاوقات کے تحت یہ بات عرض کرنا ہے کہ خاص طور پر شعبہ حفظ و ناظرہ کے طلبہ مغرب کی تعلیم پر زیادہ زور دیں، مغرب کے اوقات میں ہی سبق اچھی طرح یاد کرلیں، تا کہ پارہ سبق اور آموختہ پکا رہ سکے، شعبہء عالمیت کے طلبہ تین کام درسگاہ کی

پابندی، آنے والے سبق کا پہلے سے مطالعہ اور تکرار کا خاص اہتمام کریں۔

(8) استاد یا کسی اہل دل کی صحبت اختیار کریں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے: نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا، علم ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا، استاد یا بزرگان دین سے ادب و اخلاق اور تقوی حاصل کریں، اساتذہ کا خوب ادب و احترام ملحوظ رکھیں، ان کو اپنے سے کمتر نہ سمجھیں، استاد کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنا شیخ کتاب کو نہ بنائے کیونکہ جب کتابوں کو اپنا شیخ بنائیں گے تو صحیح چیزیں کم اور غلطیوں کا صدور زیادہ ہوگا، امت میں جو بھی شخص علم سے متصف ہوا وہ کسی عالم یا اہل دل کے ذریعہ سے ہی تربیت پانے والا اور علم حاصل کرنے والا رہا ہے یہی سلسلہ ہمارے اس دور تک جاری ہے، جس کا فائدہ یہ ہے کہ ظاہر کے ساتھ باطن بھی پاک رہے گا۔

(9) سب سے پہلے اپنی منزل طئے کریں۔

دنیوی اور عصری علوم کے پڑھنے والے کو ابتدائی جماعت سے ہی سر پرست، اساتذہ، والدین ذھن سازی کرتے ہوئے اس کے ذہن و دماغ میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ بڑے ہونے کے بعد ڈاکٹر، انجینئر، پولس یا دیگر عہدہ دار بننا ہے، اور وہ اسی کو اپنی

منزل بنا کر جدو جہد شروع کر دیتا ہے،لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایک دینی طالب علم جس کو نہ خود اپنے مقام کا پتا ہوتا ہے نہ علم دین کی عظمت اس کے دل میں ہوتی ہے بالفاظ دیگر نہ شوق ہوتا ہے نہ خوف ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالہا سال مدارس میں پڑھنے کے بعد بعض طلبہ مدرسہ میں گزارے ہوئے لمحات کو تضییعِ اوقات سے تعبیر کر دیتے ہیں- الامان والحفیظ- ہونا تو یہ چاہئے کہ دینی تعلیم کی تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے علم دین کی اہمیت،عظمت شان،مقام کو دل میں بٹھا کر اس کے حصول کو سعادت اور اس کی خدمت کو فریضہ اور ذمہ داری سمجھتے ہوئے تمام فنون میں مہارت تامہ یا جس فن سے زیادہ لگاؤ ہو اس میں تخصص پیدا کریں،ایسے ہی دین کے بہت سے شعبے ہیں جس شعبہ سے قلبی تعلق اور انسیت ہو اس میں لگ کر دین کی خدمت کریں،اور دین کی خدمت کو اللہ کا احسان سمجھیں کہ اس نے اپنے دین کی اشاعت کے لئے ہمیں منتخب کیا ہے،سب سے بڑا فضل اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ہے کہ دینی خدمت کو معیشت کا ذریعہ بھی بنادیا کہ الحمد للہ دینی خدمت کے ساتھ ساتھ معیشت اور کھانے پینے اور دنیوی ضرورتوں کا مسئلہ بھی حل ہو گیا- دینی خدمت کے علاوہ دنیوی ڈگریاں حاصل کر کے ملازمت کرنا یا کاروبار کرنا برا نہیں ہے بلکہ برا اور ممنوع اس وقت ہے جبکہ دنیوی لائن میں اس طرح کھو جانا اور محو ہو جانا کہ اسلامی اور دینی کوئی شناخت اور پہچان باقی نہ رہے،ہاں نیت

خالص ہوتو اسلامی طرز پر ملازمت اور کاروبار کر کے اسلامی تعلیمات کو اجاگر اور روشن کر کے، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اسلام کے تعارف کو غیروں کے سامنے بھی پیش کیا جاسکتا ہے، نیز یہ بات اچھی طرح ذھن نشین فرمالیں کہ دنیوی اعتبار سے چاہے کچھ بھی مصروفیت ہو، علم کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ اس لائن سے ہٹے نہیں، ظاہری وضع کا لحاظ اور رعایت کرتے ہوئے شریعت کے پابند بن کے رہیں، آخری درجہ میں چھوٹے سے مکتب میں ''نورانی قاعدہ'' کی تعلیم کے ذریعہ سے ہی سہی خدمت انجام دیں--

(10) اپنے آپ کو تاحیات حصول علم واشاعت دین کے لئے وقف کر دیں-

ہر جاننے والے کے اوپر ایک جاننے والا موجود ہے اس لئے طالب علم کبھی اپنے آپ کو فاضل اور فارغ التحصیل نہ سمجھیں اور نہ ایسے خیالات اپنے اندر پیدا ہونے دیں، اور نہ ہی عدم قابلیت یا کسی اور وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہوکر نصاب تعلیم مکمل ہونے کے بعد علم دین کا راستہ چھوڑ کر دوسری لائن اختیار کرنے کی فکر کرے،، بلکہ مستقل، کثرتِ مطالعہ کے ذریعہ تحقیقی مزاج بناتے ہوئے علم سے اپنے رشتہ کو مضبوط اور استوار بنائیں، دنیا کی تمام دولتوں میں علم کی دولت سب سے زیادہ بے نیاز دولت ہے، کیوں کہ جب تک علم دین کا طالب اپنی تمام تر فکر، طلب، محنت جستجو، تعلق اور لگاؤ کا اظہار نہیں کرتا اور اس کے حصول کے لئے اساتذہ اور آلات علم کا ادب واحترام، مدرسہ سے محبت اور

ایثار وقربانی کا جذبہ دل میں نہیں رکھتا تو تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ علم ملنا تو دور کی بات ہے علم کی بو بھی اسے حاصل نہیں ہوتی، یعنی خاطر خواہ فائدہ اسے حاصل نہیں ہوگا- خلاصۂ کلام:- اپنے مقام کو پہچانتے ہوئے اور علم دین کی قدر کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ تاحیات اپنی قابلیت، صلاحیت اور صالحیت کے ذریعہ سے تحریری، تقریری ہر اعتبار سے امت محمدیہ کو فائدہ پہنچائیں- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین

علماءِ کریم نگر کا دینی علمی، اصلاحی اور تحقیقی ترجمان

الاصلاح
کریم نگر

جلد: 11 | محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق جولائی 2024ء | شمارہ: 3

سرپرست: حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا عمر فاروق صاحب قاسمی مدظلہ

مدیر تحریر: مفتی محمد صادق حسین قاسمی

نائب مدیر: مفتی محمد نوید سیف حسامی

مجلس ادارت:

مولانا سید خواجہ فرقان علی قاسمی

مولانا حیدر اسعدی

مولانا مرزا مرتضی علی بیگ قاسمی

مولانا ولی اللہ مفکر حسامی

مفتی محمد عبد الحمید قاسمی

مجلس مشاورت:

مفتی محمد غیاث محی الدین

حافظ محمد وسیم الدین

حافظ اسمٰعیل راشد

حافظ عبد المجید اشتیاق

مولانا شاداب تقی قاسمی